شکستِ آرزو

عتیقہ ملک

اجالے اس قدر بے نور کیوں ہیں
کتابیں زندگی سے دور کیوں ہیں
کبھی یوں ہو کہ پتھر چوٹ کھائیں
یہ ہر دم آئینے ہی چور کیوں ہیں

ایس پی افگن شاہ کی طرف سے دیا جانے والا پیغام اس قدر اچنبھے کا باعث تھا کہ وہ حیرت سے اماں کا منہ دیکھتی رہ گئی جو نہ صرف اس کا مطمع نظر پورے سیاق و سباق کے ساتھ اس تک پہنچا چکی تھیں بلکہ بابا کی خواہش اور مجبوری بھی۔

"یہ اماں کیا کہہ رہی ہیں؟" اس نے ان کے جانے کے بعد حیرت سے نکلتے ہوئے ملکہ سے سوال کرڈالا جیسے ابھی وہ تردید کردے گی کہ اس کی سماعتوں نے غلط سنا ہے مگر ملکہ اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے بجھے ہوئے انداز میں کپڑے تہہ کرتی رہی۔

"اور یہ ابا کو کیا ہوگیا؟"

"آپ نے سنا نہیں آپی کہ ابا کہہ رہے ہیں کہ ان حالات میں اس سے مناسب فیصلہ کوئی اور نہیں ہوسکتا کہ آپ کو......"

"کہ مجھے کسی اندھے کنوئیں میں دھکیل دیا جائے۔" وہ تلخ ہوا ٹھی تھی جواباً ملکہ خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

"عبید سے بات کیوں نہیں کرتے؟"

"کیا بات کریں کہ وہ اپنی ماں کو موت کے منہ میں چھوڑ کر سر پر سہرا سجا کر آجائیں یوں بھی وہ غیر خاندان کے لوگ ہیں انہیں اپنی فیملی پرابلمز سے ہم لوگ کس حد تک آگاہ کرسکتے ہیں۔"

"مگر یہ اس مسئلے کا حل کب سے ہوگیا کہ ایس پی افگن شاہ...... جس نے انتہائی گھٹیا اور نامناسب بات کی ہے مگر کی کیسے؟"

"بس کریں آپی! یہ فیصلہ ابا کا ہے مگر حنا علی بخش قطعاً ماننے کو تیار نہیں ہے۔"

کمرے میں اِدھر سے اُدھر مارچ پاسٹ کرتے ہوئے اس نے دوسری مرتبہ اس کا نمبر ڈائل کیا تھا' حنا کو یاد نہ رہا کہ اس نے کیا الفاظ ترتیب دیئے تھے۔

اگلے پل وہ کال ڈسکنکٹ کرچکی تھی مگر چند پل گزرنے پر وہی نمبر اس کی اسکرین پر جگمگا رہا تھا۔

"ہیلو......" اس نے یس کا بٹن پش کیا تھا۔

"مس حنا علی بخش؟" سوالیہ انداز میں افگن شاہ نے اس کا نام لیا تھا۔

"یہ کیا خبیث حرکت ہے ایس پی صاحب!" اس نے خاصا چبا کر پوچھا تھا۔

"کوئی بھی شرعی رشتہ قائم کرنے کے لیے کسی لڑکی کے والدین کو اپروچ کرنا خبیث حرکت ہے کیا؟" وہ قدرے دلچسپ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"مگر اس کے لیے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ وہ لڑکی سوٹ ایبل ہے یا نہیں۔" اس نے تڑخ کر کہا تھا۔

"یہ فیصلہ آپ ہم پر چھوڑ دیں کہ آپ سوٹ ایبل ہیں یا نہیں۔" محظوظ ہوکر بتا رہا تھا۔

"یہ فیصلہ کرنے سے پہلے یہ بھی سن لیں کہ میں انگیجڈ ہوں۔"

"تو کیا ہوا؟ انگیجڈ ہی ہیں نا میریڈ تو نہیں۔ منگنی سے زیادہ ناپائیدار بندھن میرے نزدیک اور کوئی نہیں۔"

"مگر میرے نزدیک یہ بہت اہمیت رکھتا ہے' کمٹمنٹ بھی تو کوئی چیز ہوتی ہے۔"

"مگر مجبوریاں کمٹمنٹ سے بھی اہم ہوتی ہیں مس حنا علی بخش!" دوسری طرف جیسے کوئی پرواہ ہی نہ تھی۔

"ویسے بھی میں نے صرف ایک پرپوزل دیا ہے فیصلہ تو آپ کے والدین کو کرنا ہے۔"

"آپ اپنے فرض کو ہماری مجبوریوں کا نام دے کر ہمیں خریدنے کی کوشش مت کریں۔" وہ پھنکاری تھی۔

"آپ جانتی ہیں کہ آپ کیا کہہ رہی ہیں' آپ بکاؤ مال ہیں جو میں آپ کو......" دوسری طرف لہجے میں خاصی سختی آگئی تھی۔

"آپ کا کام ہمیں تحفظ دینا ہے نا کہ......"

"ہمارا کام تحفظ نہیں انصاف دینا ہے چند خدشات کی بنیاد پر ہم ہر گھر کے آگے ڈیرہ نہیں ڈال سکتے سو جب بھی کوئی مسئلہ ہو آپ ہمیں کال کریں' ہم چند گھنٹوں میں آپ کے پاس پہنچیں گے' ہمیں آپ کی کال کا انتظار رہے گا' اللہ حافظ۔"

❁......❁......❁

ویل ڈیکوریٹڈ کمرے میں سجی سنوری حنا کو سیج پر بٹھایا گیا تو پھولوں کے درمیان وہ بھی کسی پھول کی مانند لگ رہی تھی مگر اس کا چہرہ کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری تھا' تھوڑی سی دیر میں اس کے کمرے سے خواتین کا رش چھٹنے لگا تو لاؤنج سے مہمانوں کا شور بھی کم ہونے لگا حتیٰ کہ بالکل ہی خاموشی چھاگئی یوں بھی بارات میں گنے چنے افراد ہی انوائٹ تھے۔

"سخی یار کھانا لگادو اور اچھی سی چائے بنادو۔" افگن شاہ کسی ملازم سے مخاطب تھا۔

کیوں نہ میں دروازہ بند کردوں؟ وہ جو کمرہ خالی ہوتے ہی اردگرد کے بارے میں کانشس تھی اس سوچ کے تحت اٹھ کھڑی ہوئی تھی مگر جس وقت اس نے دروازہ بند کرنا چاہا اسی وقت افگن شاہ کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔

"خیریت...... کسی چیز کی ضرورت ہے؟"

"نہیں' مجھے دروازہ بند کرنا ہے۔" اس نے اپنی لرزش پر قابو پاتے ہوئے خاصا منہ زور جواب دیا تھا۔

"ارے آپ دروازہ بند کردیں گی تو میں اندر کیسے آؤں گا۔" اس نے آنکھیں پھیلا کر سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

"اوکے۔" اگلے پل کوئی جواب نہ پا کر قدرے مشفق انداز میں اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور پھر باہر کی طرف آواز لگائی۔

"سخی بھئی جلدی کرو اور لے بھی آؤ کھانا۔" تھوڑی ہی دیر میں ملازم کے کھانا لانے پر افگن شاہ نے ٹرے لے کر ٹیبل پر رکھی اور خود الماری سے کپڑے نکال کر واش روم میں چلا گیا تھا' حنا بیڈ کے کنارے پر ٹک چکی تھی۔

"اب میں باہر جاؤں؟" وہ چینج کرکے واپس آیا تو سنجیدگی سے اس کے منتظر انداز کو ملاحظہ کرکے سوال کیا تھا۔

حنا نے فقط سر ہلایا تھا۔

"اوکے۔" قدم بڑھاتے ہوئے وہ ذرا سا اس کے پاس رکا تھا۔

"حالات انسان کے اختیار سے باہر ہوجائیں تو خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینا چاہیے' انسان کی کوشش کے بغیر ایک فیصلہ رب کی طرف سے ہوتا ہے جو یقیناً اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ کھانا کھا لینا......" اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے گہری نظر اس پر ڈال کر نرمی سے ہدایت کرتے ہوئے وہ باہر چلا گیا تھا۔

حنا کے لیے اس کا رویہ حیران کن مگر باعثِ اطمینان تھا۔

❁......❁......❁

"کیا ہوا' کچھ بات بنی؟" وہ جھولے پر منہ بسورے افسردہ بیٹھی تھی جب میڈم رضوانہ نے پاس سے گزرتے ہوئے استفسار کیا تھا۔ اس نے مایوسی سے انکار میں سر ہلایا تھا۔

"کیوں' سائرہ سے بات نہیں کی؟"

"میڈم سائرہ سے بات کی ہے مگر وہ کہہ رہی ہیں کہ میں اکیلی لڑکی کو یوں کسی کے گھر جانے کی اجازت نہیں دے سکتی۔"

"بات تو ان کی بھی ٹھیک ہے' میڈم رضوانہ نے وارڈن کے موقف کی تائید کی تو وہ انہیں شاکی نظروں سے دیکھ کر رہ گئی۔

"آپ کو پتا ہے میڈم!"

"نہیں مجھے بالکل نہیں پتا۔" میڈم رضوانہ نے اس کے تکیہ کلام پر محظوظ ہوکر ٹوک دیا۔

"اُفوہ...... بات نہیں پکڑیں نا' شانی کہہ رہی تھی کہ اس نے میلاد کی محفل اس لیے رکھی ہے تاکہ وہ مجھے گھر بلا سکے۔" اس نے شکوہ کناں انداز سے انہیں مطلع کیا۔

"کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس بابرکت محفل کے انعقاد کا مقصد تمہیں اپنے گھر بلانا ہے۔" میڈم نے قدرے تاسف کا اظہار کیا تھا۔

"میں نے بھی یہی بات کہی مگر وہ کہنے لگی کہ میں اپنی دوست کو بلانے کے لیے ایک اچھا اور نیک کام کر رہی ہوں اس پر بھلا تنقید کی کیا تک بنتی ہے۔"

بات تو واقعی اس کی بھی درست ہے' میڈم رضوانہ فوراً قائل ہوگئیں۔

"تو آپ میڈم سائرہ سے بات کریں نا' حنا کی دوست شانزے جوڑے اسکالر تھی' کئی بار سے گھر آنے کے لیے کہہ چکی تھی مگر ہاسٹل کے رولز اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے مگر اب کی بار اس نے اتنا اصرار کیا کہ حنا کو مانتے ہی بنی۔ اس کی ایک اور وجہ بھی تھی کہ بی اے کے پیپرز ہونے والے تھے اس کے بعد انہوں نے زندگی کے سفر میں الگ الگ راستوں پر گامزن ہو جانا تھا سو وہ خود بھی ایک بار اس کے گھر جانا چاہتی تھی' اس لیے میڈم رضوانہ کی سفارش لے رہی تھی۔

"میں کیا بات کروں یار! وہ کیا سوچیں گی' میں بھلا ہاسٹل رولز سے واقف ہوتے ہوئے...... اچھا ایسا ہے کہ میں خود بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔" کچھ سوچ کر میڈم رضوانہ نے کہا تو وہ خوشی سے اچھل پڑی۔

"ہائیں میڈم! آپ کتنی اچھی ہیں سچ......" وہ جھولے سے اچھل کر ان کے قریب آن کھڑی ہوئی اور عقیدت سے ان کے ہاتھ پکڑ کر کہہ رہی تھی۔

"بس بس زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں۔" میڈم رضوانہ نے مسکراہٹ دبا کر مصنوعی رعب سے ڈپٹا تھا۔

❁......❁......❁

شادی جن حالات میں ہوئی تھی اب مزید کسی فنکشن کا تو سوال ہی نہیں تھا بس دوسرے دن انہیں اماں ابا نے کھانے پر انوائٹ کیا تھا اور حنا کا دل چاہ رہا تھا کچھ ایسا ہو کہ وہ گھر والوں کی نظروں کا سامنا کرنے سے بچ جائے' تبھی اس نے تیار ہونے میں اتنی دیر لگا دی جب ملکہ کا دو تین بار تشویش بھرا فون آچکا تھا' سرخ رنگ کے ہلکے کام والے سوٹ میں وہ دل سے تیار باہر آئی تو فگن لاؤنج میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کو آتا دیکھ کر گویا اس کی نظر ٹھہری گئی اور حنا کو اپنی تیاری پر غصہ آنے لگا' اس نے گھر والوں کو خوش ہونے کا تاثر دینے کے لیے یہ کیا تھا مگر اب...... اماں ابا سے مل کر وہ ملکہ کے ساتھ کمرے میں چلی آئی حتیٰ کہ اس کے ساتھ باتیں کرنے کا بہانہ کر کے کھانے سے بھی انکار کر دیا تھا۔

فگن نے اماں ابا کے ساتھ کھانا کھایا جبکہ ان دونوں بہنوں نے اندر کمرے میں' وہ آتے وقت ہی کمرے سے باہر نکلی تھی۔

❁......❁......❁

شانزے کے گھر جا کر انہیں وی آئی پی پروٹوکول ملا تھا' ایک تو وہ اس بات پر ہی از حد خوش تھی کہ حنا پہلی بار ان کے گھر آئی تھی مگر میڈم رضوانہ کی آمد تو اس کے لیے گرینڈ سرپرائز ثابت ہوئی۔ میلاد میں شریک خواتین سے اس نے بڑے فخر سے تعارف کرایا تھا۔ میلاد کے اختتام پر شانزے اسے وضو کرنے کے لیے باتھ روم تک اس کی رہنمائی کر کے گئی تھی' ساتھ ہی اس نے کمرے میں جائے نماز بھی لا کر رکھی' وہ وضو کر کے نکلی تو مغرب کا ملگجا سا اندھیرا پھیل رہا تھا اس نے جائے نماز اٹھا کر پچھلی طرف کا دروازہ کھولا تو خود کو ایک خوش نما اور سرسبز لان میں پایا۔ سرسبز گھاس پر جائے نماز بچھا کر نماز ادا کرنا شروع کر دی تھی۔

عبید نہا کر باتھ روم سے نکلا تو کمرے میں چھایا اندھیرا لوڈشیڈنگ کی زیادتی پر چلا رہا تھا چونکہ ابھی ابھی وہ واپس آیا تھا' لہٰذا کمرے میں اے سی آن نہ ہونے کے سبب حبس ہو رہا تھا۔ ملازمہ چائے کا کپ تھما کر واپس گئی تو وہ چائے کی چسکیاں لیتے ہوئے ٹیرس پر کھلنے والا دروازہ کھول کر باہر چلا آیا تھا۔

میلاد میں شریک خواتین بابرکت محفل کے اختتام پر کھانا کھلنے کے انتظار میں خوش گپیوں میں محو تھیں' برتنوں کی کھنک

اور بچوں اور خواتین کا ملا جلا شور' یہاں بہت سکون تھا۔ طائرانہ نگاہ اِدھر اُدھر دوڑاتے ہوئے اس کی نگاہ بھٹک کر رہ گئی۔ روشن سا چہرہ ملگجے اندھیرے میں بھی اس قدر نمایاں تھا کہ اس کی نگاہ اس وجود سے ہٹنے سے انکاری ہوگئی۔

تبھی لائٹ واپس آنے پر ٹیرس کے نیچے لگی ٹیوب لائٹ جل اٹھی اور گویا عبید رضا کے اردگرد سب روشن ہوگیا' اس کی ناک میں بجی سفید نگ والی بالی زیادہ لشکارے مار رہی تھی یا اس کا صبیح مکھڑا۔ عبید رضا کو فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا' دعا مانگ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور جائے نماز سمیٹ کر اندر چل دی مگر ساتھ ہی عبید رضا کا بھی چین و سکون سمیٹ کر اندر چلی گئی۔

"شانزے کی بچی! فوراً سے پہلے مجھے ہاسٹل چھڑوانے کا بندوبست کرو۔ مغرب کے بعد کسی لڑکی کو اس صورت میں ہاسٹل سے باہر رہنے کی اجازت ہوتی ہے جب وہ کسی ہسپتال میں ایڈمٹ ہو۔ آج تو میڈم کیا ساتھ ہونے کی وجہ سے تھوڑی سہولت ہے ورنہ...... اب آدھی رات کو واپس گئے تو وہ ناشپاتی جیسی شکل والا چوکیدار میڈم کی بھی کمپلین کر دے گا۔" کھانا ختم ہوتے ہی وہ شانزے کے سر ہوگئی جو پہلے ہی موبائل پر اپنے بھائی کی دریافت میں سرگرداں تھی۔

"یار بھیا سے مسلسل رابطہ کر تو رہی ہوں' پتا نہیں کیوں لیٹ ہوگئے ہیں۔" اس نے کچھ جھنجلا کر نمبر ڈائل کیا اور موبائل کان سے لگا کر بیل جانے کا انتظار کرنے لگی تبھی اس کی نظر سیڑھیاں اترتے عبید پر پڑی جو گاڑی کی چابی ہاتھ میں لیے باہر جانے کے لیے نکل رہا تھا۔

"ایک منٹ عبید بھائی مجھے آپ سے ایک کام ہے۔" شانزے لائن ڈسکنٹ کر کے تیزی سے اس کے پیچھے باہر نکلی تھی۔

❁......❁......❁

ساون کی موسلا دھار بارش کے بعد ٹھنڈک اور چاندکی مدھری چاندنی دور تک پھیلے کھیتوں میں اہلہا رہی تھیں۔ اردگرد کے کھیتوں میں پانی سے بھرے بن اور ان میں ٹرٹراتے مینڈکوں کی آواز چاندنی کے خوشگوار طلسم کو توڑ رہی تھیں۔

حویلی کی چھت پر اپنے بستر پر دراز میاں علی بخش اپنی سوچوں میں الجھے ہوئے تھے' ان کی چھٹی حس کسی انہونی کا اشارہ دے رہی تھی۔ موسم بھی آنکھ مچولی کھیل رہا تھا۔ چاند کسی وقت بادلوں میں منہ چھپاتا ملگجا سا اندھیرا رات کی سیاہی کو گہرا کرنے لگتا' نہ جانے کب ان کی آنکھ لگ گئی حتیٰ کہ ہوا میں سرسراہٹ بڑھنے لگی۔

رات کے آخری پہر بادلوں نے چاندنی پر حاوی ہو کر ہر سو سیاہی بکھیر دی تھی اس سے قبل کہ وہ قطرہ قطرہ زمین کا رخ کرتے حویلی کی دوسری طرف چھت پر سے دو سائے رینگتے ہوئے ان کے پاس سے گزر کر حویلی کے اندر جانے والی سیڑھیوں سے اندر جانے لگے اور تھوڑی ہی دیر میں نسوانی چیخوں نے رات کا سینہ چیر کر علی بخش کو بھی جھنجوڑ ڈالا تھا۔

میاں علی بخش بدحواس ہو کر تکیے کے نیچے سے پستول نکال کر نیچے کی طرف دوڑے تھے۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی انہیں ملکہ کسی نقاب پوش کی گرفت میں مچلتی نظر آئی' دوسری طرف رسولا اور حنا بھی بدحال و پریشان تھیں۔ علی بخش کمرے میں داخل ہونے سے قبل ہی سیفٹی کیچ ہٹا چکا تھا۔

❁......❁......❁

نائلہ بیگم جو چند ماہ کے فرقان کو لے کر رضا علی خان کی معیت میں برسوں کے لیے امریکہ میں یوں مقیم ہوئیں کہ ان کے جیون ساتھی جو انہیں ساتھ لے کر ہارورڈ یونیورسٹی کی ریسرچ ٹیم کا حصہ بنے تھے انہوں نے نائلہ بیگم کو دیار غیر میں جینے کے ڈھنگ سکھائے۔ سیدھی سادی نائلہ نے امریکہ میں رہ کر بچوں کو پالا پوسا اور خود بھی رضا صاحب کی معیت میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی جب وہاں کے ماحول میں رچ بس گئیں تو رضا صاحب نے انہیں الوداع کہہ کر اجنبی دیس کی مٹی کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔

نائلہ بیگم کو وہ زمین بہت مقدس لگتی جہاں ان کے شریک سفر ابدی نیند سو رہے تھے' یہ وہی دیس تھا جس نے انہیں اور ان کی اولاد کو کامیابیوں سے ہمکنار کیا تھا مگر جب فرقان نے مصری نژاد الوینا سے شادی رچا کر اپنے خاندان سے علیحدگی اختیار کی تو بے اختیار ہی نائلہ کو اپنا وطن' کلچر اور ماحول کی یاد

ستانے لگی' یہاں کی دوشیزاؤں میں رکھ رکھاؤ' بزرگوں کا ادب اور خاندانی سسٹم میں زعم ہونے کا سلیقہ تھا' الوینا چند دن بھی ان کے ماحول اور جوائنٹ فیملی سسٹم سے نباہ نہ کرپائی تھی اور اب جب وہ اپنی آٹھ سالہ بیٹی کو بورڈنگ میں چھوڑ کر خود آزاد اور بے باک زندگی کو انجوائے کررہی تھی تو نائلہ بیگم کو فرقان کی آئندہ نسل کے حوالے سے ہول اٹھتے تھے' ایسے میں انہوں نے طے کرلیا تھا کہ دوسری بہو وہ اپنی سرزمین سے بیاہ کرلائیں گی تاکہ ناصرف اپنوں سے ناطہ جڑا رہے بلکہ اپنی سرزمین کی قدریں بھی آئندہ نسلوں کے خون میں شامل رہیں اور مغرب کی ہولناک اور اندھی تہذیب کا نوالہ نہ بن سکیں۔

یہی بات انہوں نے عبید رضا کے ذہن میں بہت عرصے سے ڈالنا شروع کردی تھی' الوینا نے جس طرح ان کے ہنستے بستے خاندان کا شیرازہ بکھیر کررکھ دیا تھا اور خاص طور پر جب سے وہ ننھی نشاء کو بورڈنگ سے گھر لائی تھی تو اس ننھی پری کو دادی کے زیر سایہ پرورش پاتے دیکھ کر اکثر و بیشتر تاسف کا اظہار کرکے ماں کے فیصلے پر یقین کی مہر ثبت کرتا۔

❀......❀......❀
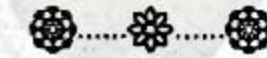
افگن شاہ اور حنا کے درمیان جو دیوار حنا نے اپنے ناگوار رویے سے قائم کی تھی' افگن نے بھی اسے گرانے کوئی کوشش نہیں کی تھی' آفس سے گھر آتا اور حنا سے سامنا ہونے پر نارمل لہجے میں کوئی سرسری بات کہہ کر دوسرے کمرے میں چلا جاتا' حتیٰ کہ پہلے دن کے بعد اس نے حنا کے کمرے میں جھانکنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں سمجھی تھی اور رہ گئی حنا تو اس کا صرف ایک کام تھا گھر فون کرکے گھر والوں کو لمبی لمبی تسلیاں دیتی یا پھر کسی کونے میں گھنٹوں بیٹھ کر کڑھا کرتی۔ دن کو ایک عورت چند گھنٹوں کے لیے کام کرنے آتی' صفائی ستھرائی کے بعد کھانا بنا کر چلی جاتی تو پھر وہ اکیلی رہ جاتی۔

ایسے ہی لاؤنج میں بیٹھے بیٹھے اس کی آنکھ لگ گئی جب کھٹکے کی آواز پر چونک کر اٹھی تھی۔

"یہ دروازہ کیوں کھلا چھوڑ رکھا ہے۔" افگن شاہ نے کڑے تیوروں کے ساتھ اس کی طرف دیکھا تھا۔

"آپ خود صبح کھلا چھوڑ گئے تھے۔" اس نے بے زاری کے ساتھ نظریں چرا کر جواب دیا تھا۔

"تو...... اس کے بعد تمہیں بند کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔"

جواب میں کچھ کہنے کے وہ بجائے اٹھ کر کمرے میں چلی آ گئی' تھوڑی دیر کچن سے کھڑ پڑ کی آوازیں آتی رہیں۔

"تم تیار ہوجاؤ' میں تمہیں تمہارے والدین کے پاس چھوڑ کر آتا ہوں۔" تھوڑی دیر میں چائے کا کپ ہاتھ میں لیے وہ اندر چلا آیا تھا۔

"کیوں؟" حنا کی پریشانی دیکھنے والی تھی۔

"تمہارا وہیں رہنا بہتر ہے۔"

"آپ کو میرے یہاں رہنے سے کوئی پرابلم ہے؟" وہ اٹھ کر اس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

"کیا تمہیں یہاں اسی طرح رہنا چاہیے جس طرح تم یہاں رہ رہی ہو؟"

"تو پھر یہاں کس طرح رہنا چاہیے؟" ہونٹ کاٹتے ہوئے اس نے قدرے چبا چبا کر پوچھا تھا۔

افگن شاہ نے ہاتھ بڑھا کر اسے کھینچا اور وہ جو اس ذہنی جھٹکے کے لیے قطعاً تیار نہیں تھی' لڑکھڑا کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے گویا خود کو اس پر گرنے سے روکا تھا۔

"اب یہ بھی مجھے بتانا ہوگا کہ تمہیں اپنے گھر میں اپنے شوہر کے ساتھ کس طرح رہنا چاہیے؟" کوشش کے باوجود وہ دور نہ ہٹ سکی۔ افگن شاہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھ رہا تھا۔

"ویسے تم یہ سن کر اتنی پریشان کیوں ہوگئی ہو کہ میں تمہیں تمہارے والدین کے گھر چھوڑنے جارہا ہوں' تمہیں تو الٹا خوش ہونا چاہیے۔"

"عثمان لوگوں کو بہت شہ ملے گی وہ دوبارہ کچھ بھی کرسکتے ہیں۔" اس نے بے چارگی سے وجہ بتائی تو افگن شاہ چونک اٹھا تھا۔

"تو تم اس مجبوری کی وجہ سے یہاں رہ رہی ہو کہ......" اس نے اثبات میں سر ہلایا تو افگن نے جھٹکے سے اسے خود سے دور کیا اور تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔

❀......❀......❀

ہر پیپر کے اختتام پر جب ساری دوستیں مل کر پیپر کی روئیداد بیان کرتیں تو شانزے کی ایک ہی رٹ تھی۔

"پیپرز کے بعد میں تمہارے گھر آؤں گی' مجھے تمہارا گھر دیکھنے کا بہت شوق ہے۔" پہلے پہل تو حنا حیران ہوئی پھر اس کی مسلسل تکرار سے مشکوک ہونے لگی اس سے قبل دو چار بار حنا کی ایسی آفر کو اس نے قطعاً درخود اعتنا نہ جانا تھا تو بھلا اب کیوں؟

"یہ اچانک تمہیں ہمارا گاؤں دیکھنے کا شوق کیوں ہوگیا۔" ایک روز وہ مشکوک ہوکر پوچھ بیٹھی اور جواباً شانزے کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ سج گئی۔

"بھئی یہ شوق مجھے نہیں کچھ اور لوگوں کو لاحق ہوا ہے جو بہت بے تابی سے تمہارے پیپرز ختم ہونے کا انتظار کررہے ہیں۔"

"کون لوگ...... کیوں سسپنس کری ایٹ کررہی ہو۔" حنا نے کلپ بورڈ اس کے سر پر دے مارا تھا۔

"یہ تو وہاں آ کر ہم آنٹی کو بتائیں گے' ایسی باتیں مشرقی لڑکیوں سے بھلا ڈائریکٹ تھوڑی کی جاتی ہیں۔" شانزے اسے مزید حیران کرکے آگے بڑھ گئی تھی۔

❀......❀......❀

چور...... چور...... چور...... سڑک پر پُرزور آواز کے ساتھ تیزی سے بھاگتے قدموں کی آوازیں سن کر ہڑبڑا کر اس کی آنکھ کھلی تھی۔ کمرے میں چھایا گھپ اندھیرا بجلی کے نہ ہونے کا اعلان تھا' وہ تیزی سے اٹھ کر اندازے سے دو چار چیزوں سے ٹکرا کر دروازہ کھول کر باہر نکلی اور برابر کے ادھ کھلے دروازے سے ملگجی روشنی میں تیزی سے اندر داخل ہوئی تو کراؤن سے ٹیک لگا کر نیم دراز موبائل پر بات کرتے افگن شاہ نے موبائل کی روشنی کا رخ اس کی طرف کیا اور دوبارہ فون پر بات کرنے لگا تھا۔

"آؤ بیٹھو...... کیا بات ہے؟" بات ختم کرکے وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

باہر سے چور چور کی آوازیں آرہی تھیں' بیڈ پر ٹکتے ہوئے اس نے بتایا تھا۔

"کچھ نہیں ہوگا بھئی۔" چوکیدار کو ذرا سا کھٹکا ہو تو وہ ایسے ہی آواز لگادیتا ہے' اس نے تسلی آمیز انداز میں جواب دیا تھا۔

"نہیں' مجھے تو لگتا ہے وہ ایک سے زیادہ لوگ ہیں تبھی تو اتنا شور ہورہا تھا۔ میں نے ابھی علاقے کے ایس ایچ او سے بات کی ہے' وہ پیٹرولنگ پر ہے' جو بھی ہے وہ دیکھ لے گا۔"

"وہ لوگ کہیں اندر نہ آ جائیں۔" حنا نے خدشہ ظاہر کیا۔

محض چند ماہ پہلے تک یہ امنگوں اور خوشیوں سے بھرپور ایک بے فکر خوش باش زندگی گزارنے والی لڑکی جس کی سانسوں کا زیر و بم اس کے خدشات و ہراس کو نمایاں کررہا تھا۔ بھلا میں اسے کیا دے سکوں گا' افگن شاہ کو بیک وقت اس کی حالت پر رنج بھی ہوا اور اپنی خود غرضی پر غصہ بھی آیا تھا۔

"کیا بے وقوفی ہے؟ اب چور پناہ لینے کے لیے ایس ایس پی کا ہاؤس منتخب کریں گے' ویسے بھی سامنے گارڈ موجود ہے اور پھر باہر گیٹ لاک ہے اور پھر گھر کا مرکزی دروازہ بھی بند ہے وہ اندر کیسے آ جائیں گے۔"

"تمہیں ڈر لگ رہا ہے تم یہیں سو جاؤ۔" افگن شاہ نے اپنے ذہن میں در آنے والے خیال کو جھٹک کر اسے تسلی دیتے ہوئے کمبل خود سے ہٹا کر بیڈ کی دوسری طرف کھسکا کر ہاتھ بڑھا کر تکیہ سیدھا کیا تو وہ قدرے جھجکتے ہوئے دوسری طرف براجمان ہوگئی اور تھوڑی دیر میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوگئی۔ افگن یوں ہی اپنے حالات پر غور و فکر کررہا تھا جب کمرہ لائٹ کی مدھم روشنی سے جگمگا اٹھا تھا۔

وہ تکیہ سیدھا کرکے لیٹا تو نظر برابر سوئے ہوئے وجود کی طرف چلی گئی' دودھیا رنگت پر گھنیری سیاہ پلکیں اور بے ترتیب زلفیں' بلا ارادہ پڑنے والی نظریں گویا ہٹنے سے انکاری ہوگئیں' شاید اتنی فرصت سے اسے دیکھنے کا موقع پہلی بار ملا تھا کہ افگن شاہ کی نیند اس سوئے ہوئے وجود کا طواف کرنے لگی تھی جس وجود پر سارے حقوق رکھتے ہوئے بھی وہ کوئی حق جتانے سے قاصر تھا۔ کافی دیر بعد جب اسے لگا کہ یہاں سونا کم از کم اس کے لیے ممکن نہیں تو وہ دوسرے کمرے میں جانے کے ارادے سے اٹھا تھا اور پریشان حال کچی نیند میں

سوئی حنا دروازہ کھلنے کی آواز پر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی۔

"کہاں...... کہاں جارہے ہیں آپ؟" دروازہ کھولتے فگن شاہ کے ہاتھ تھم گئے اس نے مڑ کر دیکھا اور دروازہ بند کرکے اس کے قریب آ گیا۔

"کہیں نہیں' یہیں تو ہوں تمہارے پاس۔" اس نے حنا کی نیند سے بوجھل سرخ آنکھوں میں جھانک کر جواب دیا تھا۔

❁......❁......❁

مغرب کے ملگجے اندھیرے میں جب چڑیاں چوں چوں کرتی شاخوں پر اپنا ٹھکانہ چننے میں مگن تھیں وہ نماز پڑھ کر پچھلے صحن میں مٹر گشت کرتی پھر رہی تھی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے خوب لطف دے رہے تھے۔

"حنا باجی...... حنا باجی...... آپ کا فون بج رہا ہے۔" جائے نماز پر نیت باندھنے کے لیے دوپٹہ صحیح کرتی ملکہ کی زوردار آواز پر اس نے بھاگ کر موبائل اٹھایا تھا۔

"ہیلو...... ذرا آنٹی سے بات کراؤ۔" دوسری طرف شانزے تھی' حال احوال کے بعد اس کے کہنے پر حنا نے وسیع وعریض برآمدات سے پرے فضل چاچا کے تندور پر پیڑے بناتی ماسی بھاگی کے ساتھ کھڑی اماں کو ایک نظر دیکھا تھا۔

"جو بات اماں سے کرنی ہے پہلے مجھ سے کرو اس کے بعد مابدولت تمہاری بات اماں سے کروائیں گے۔" حنا اکڑ گئی۔

"فضول بات نہیں کرو اور آنٹی سے بات مجھے نہیں ماما نے کرنی ہے۔" شانزے کی جھڑک دینے پر اس نے منہ بنا کر صحن کی حدود میں داخل ہوتی اماں کو ہاتھ کے اشارے سے بلا کر موبائل پکڑا دیا اور خود بھی کان لگا کر سن گن لینے کی کوشش کرنے لگی۔

حال احوال کے بعد شانزے کی ماں نے دوسری طرف نجانے کیا بات کہی کہ اماں کے چہرے پر قدرے اچنبھے کے آثار پیدا ہوئے اور ان کی گفتگو جی بہن...... جی ہاں آپ کی مرضی' اللہ بہتر کرے گا' آپ کا اپنا گھر ہے...... تک محدود رہ گئی تھی اور ایسے میں حنا کے پلے خاک نہ پڑ سکا تھا اور اس شام بابا اور اماں کی ایک طویل میٹنگ ہوئی تھی جس کے اختتام پر اماں ان دونوں بہنوں کے پاس چلی آئی تھیں۔

❁......❁......❁

حنا کا دل دھڑک دھڑک رخساروں پر قندھاری اناروں کی سرخی بکھیر رہا تھا۔

رنگین چار پائیوں پر سجے نئے گاؤ تکیے' برآمدے میں لگا نیا روم کولر اور دورویہ برآمدوں کی قطار کے آگے بنا برآمدہ بھاگی کے ہاتھوں چمچما رہا تھا۔ بابا ڈیرے کے ملازم کے ساتھ سودے کی طویل لسٹ کا ایک ایک آئٹم خرید کر لائے تھے' یہ سب کچھ کسی خاص مہمان کی آمد کا اعلان تھا کہ حویلی کے وسیع وعریض صحن میں لگے پھولوں کی باڑ سے پرے برآمدے میں کام بھگتاتی فضل تایا کی بیوی زمرد اور کریم چچا کی بیوی ریشماں بھی چونک اٹھی تھیں بلکہ پورا خاندان گویا کان بن گیا تھا۔

"کیا بات ہے زبیدہ! حنا کی سہیلی ملنے آرہی ہے کوئی وزیر سفیر تو نہیں؟" زمرد تائی نے ناک پر ہاتھ رکھ کر حیرت کا اظہار کر ڈالا تھا۔

"آپ کی عرض سر آنکھوں پر مگر مجھے خاندان کے باقی افراد سے بھی مشورہ کرنا ہے۔" میاں علی بخش نے شانزے کی ماں کے اصرار پر کہا تھا مگر ان کی بات پر بانو بیگم کے سوئے ہوئے حواس بھی گویا بیدار ہوگئے تھے وہ موقع ملتے ہی انہیں سمجھانے لگی تھی۔

"خدا کا خوف کریں میاں جی! اتنی وسیع زمین جائیداد کے ہوتے ہوئے آپ کی بیٹیاں غیر برادری میں چلی جائیں' یہ بات آپ کے بھائیوں کو بھلا کہاں گوارہ ہوگی' مشورہ کرنے کا مطلب فساد کھڑا کرنا ہے اور پھر فضل لالہ نے اپنی بیٹیوں کے رشتے طے کرتے ہوئے آپ سے کب پوچھا تھا جو آپ فساد کو آواز دے رہے ہیں۔

"تو پھر......"

"تو پھر یہ اولاد کی زندگیوں کے فیصلے والدین کو کرنے ہوتے ہیں۔" فضل بخش' کریم بخش اور میاں علی بخش گاؤں کے نمبردار محمد علی بخش کے تین سپوت تھے جن کے نام کا ڈنکا

گاؤں میں بجتا تھا' وسیع وعریض زمین پر بنے ہوئے تین اطراف میں کمروں کی لمبی قطاریں اور ان کے آگے بنے برآمدے اور درمیان میں لگے نیم' پیپل اور شہتوت کے درخت ایک مشترکہ حویلی کا سا تاثر قائم کرتے۔ چند میل کے فاصلے پر کھیتوں کا ڈیرہ تھا جہاں دو تین ملازموں کی مدد سے ڈھور ڈنگر سنبھالے جاتے۔

فضل بخش کی دو بیٹیاں ہما اور شبنم اور دو بیٹے عثمان اور فرقان تھے' کریم بخش کو خدا نے بیٹے ظہیر اور بیٹی فروا کی نعمت سے نوازا تھا جبکہ میاں علی بخش کے گھر میں حنا اور ملکہ کی صورت میں خدا کی دو رحمتیں کلکاریاں مارتیں۔ ارد گرد کا ماحول اور زمین جائیداد کا غرور تھا کہ دونوں بڑے بھائیوں کی اولاد نرینہ نے تعلیم کے معاملے میں بے حد بے پروائی برتی اور والدین "زمین جائیداد سنبھالیں گے" کہہ کر نظر انداز کر جاتے تھے۔ فضل بخش کی دو بیٹیوں کی شادی ہوچکی تھی فروا کا رشتہ عثمان سے طے تھا' میاں علی بخش نے بیٹیوں کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی تھی مگر یہی بات آنے والے دنوں میں وجہ فساد بن جائے گی کسی کو اندازہ نہ تھا۔

جہاں کریم بخش اور فضل بخش نے طے کر رکھا تھا کہ بھائی کی دونوں بیٹیوں پر ان کا پورا پورا حق ہے یوں ان کی جائیداد خاندان سے باہر نہیں جائے گی' وہیں میاں علی بخش پڑھے لکھے رشتوں کے خواہاں تھے۔ ایسے میں عبید رضا کا رشتہ ان کی توقعات سے بڑھ کر تھا۔ نائلہ بیگم نے شانزے کی والدہ کو اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا تھا اور خود بھی میاں علی بخش اور بانو سے فون پر تفصیلاً بات چیت کرکے اس چاہ اور شدت سے رشتہ مانگا کہ وہ انکار نہ کر سکے اور حنا کی انگلی میں عبید رضا کے نام کی انگوٹھی سج گئی' وہ حنا کی آنکھوں میں سنہرے خواب سجا کر پردیس لوٹ گیا جہاں سے چند ماہ میں واپس آ کر حنا کو رخصت کرکے لے جائے گا۔

❁......❁......❁

"ہوش میں تو ہو علی بخش! کیا پہلے ایسا ہوا ہے جو اَب ہوگا۔" خبر ملتے ہی پورا خاندان گرجتا' دندناتا ہوا ان کے سر پر آن پہنچا تھا ایسے میں انہوں نے شکر کیا کہ مہمان جا چکے تھے۔

"کیا ہوا ہے لالہ! کیا آپ نے اپنی بیٹیوں کو رخصت نہیں کیا؟ کیا یہ دستور نہیں ہے کہ بیٹیوں کو ایک دن رخصت ہونا ہوتا ہے۔" میاں علی بخش نے تحمل سے جواب دیا تھا۔

"بیٹیاں رخصت ہوکر جاتی ہیں مگر اپنی برادری میں' پرکھوں کی جائیداد کو غیروں میں بھیجنے کا دستور نہیں ہے ہمارا۔"

"جائیداد کے بٹوارے کا دستور اللہ نے بنادیا ہے ہم کون ہوتے ہیں اس میں مداخلت کرنے والے جو جس کا حق ہوگا اس کو مل جائے گا۔"

"یہ حق حقوق کے دستور ہمیں نہ پڑھاؤ علی بخش! پہلے تم نے بیٹی کو پڑھائی کے نام پر شہر بھیجا' جو کام ہم نے بیٹوں کو نہیں کرنے دیا وہ تمہاری بیٹی نے کیا مگر اب...... اب تو تو نے حد کردی۔" کریم بخش نے بھی آگے بڑھ کر چھوٹے بھائی کو ڈپٹا تھا۔

"آپ کے بیٹے اس قابل ہوتے تو ضرور یہ کام کرتے۔" بانو بیگم نے سکون سے جواب دیا تھا۔

"تُو چپ کر چاچی' یہ ہمارے خاندان کی عزت وغیرت کا معاملہ ہے اسے ہم مرد ہی طے کریں گے۔" عثمان نے انہیں گھر کا تھا۔

"کون سی عزت...... کون سی غیرت...... تم اپنی بہن کی شادی کروگے تو تمہاری عزت اور غیرت پر چوٹ پڑ جائے گی؟" میاں علی بخش ان کی لایعنی باتوں پر چڑ کر کہہ رہے تھے۔

"پہلے تم لوگوں نے بیٹی کو کھلی آزادی دے کر شہر بھیجا اور وہ اپنے پیچھے نہ جانے کن لوگوں کو لگا کر لے آئی۔ پورے گاؤں میں ہماری تھو تھو ہورہی ہے کہ نمبردار علی بخش کے خاندان کی لڑکی......"

"بس بہت ہوچکی بھرجائی' میں مزید ایک لفظ برداشت نہیں کروں گا۔" فضل بخش کی بیوی زمرد کے کہنے پر میاں علی بخش ضبط کرتے کھڑے ہوگئے تھے۔

"برداشت تو ہم نہیں کریں گے اور نہ ہی ایسا کچھ ہونے دیں گے جو تم لوگوں نے سوچ رکھا ہے۔" عثمان نے تیورا کر

تڑی دی۔ ”ہمیں انگلیاں ٹیڑھی کرنے پر مجبور مت کرو چاچا۔“ اور بات ان کی برداشت سے باہر ہورہی تھی۔

”نکل جاؤ یہاں......“

”خبردار ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو......“ میاں علی بخش کے باہر کا راستہ دکھانے پر وہ بکتے جھکتے باہر نکل گئے تھے اور چند ہی دنوں میں ان کی دھمکیاں گاؤں بھر میں گردش کرنے لگیں۔

❁......❁......❁

”میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ علی بخش کوئی ایسا قدم اٹھا سکتا ہے۔“ فضل کریم کے گھر میں میٹنگ ہورہی تھی جہاں دونوں بھائی ان کے سپوت اور بیویاں بھی موجود تھیں۔

”ہمیں اسی وقت شور مچادینا چاہیے تھا جب اس نے لڑکیوں کو پڑھائی کے لیے شہر بھیجا تھا۔“ کریم بخش نے تاسف کا اظہار کیا تھا۔

”چھوٹی کو اس کا ارادہ ڈاکٹر بنانے کا ہے' بڑی کے معاملے میں نہیں پوچھا تو چھوٹی کو ڈاکٹر بنا کر ہمیں کہاں گھاس ڈالے گا۔“ فضل بخش کی بیوی زمرد نے ہوا دی تھی۔

”نہیں نہیں' یہ ہم برداشت نہیں کرسکتے (جائیداد سے ہاتھ دھونا گوارہ نہیں)۔“ کریم بخش نے انکار میں سر ہلایا تھا۔

”اس کا صرف ایک ہی حل ہے۔“

”ہاں...... ہاں...... نکاح چاہے جبری ہو یا رضامندی سے...... اس کے بعد بھلا کیا کرسکے گا' مگر یہ ہوسکے گا؟“ اور پھر وہ ہوگیا جو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔

تھانہ مورہ جنگلاں...... میں رپورٹ کے لیے آئے میاں علی بخش کو فوراً گرفتار کرلیا گیا تھا کیونکہ ان کے ہاتھوں سے فائرنگ میں بندہ زخمی ہوا تھا۔ عثمان جس کی ٹانگ پر فائر لگا تھا اس کو میڈیکل رپورٹ کے لیے سنٹرل ہسپتال بھجوادیا تھا ایسے میں ان کو زخمی حالت میں پوچھنے والا کوئی نہ تھا۔ سلاخوں کے اندر کھڑے بے بس باپ اور سلاخوں کے باہر ماں اور بیٹی کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ میاں علی بخش نے چیخ چیخ کر بتانا چاہا کہ انہوں نے فائر سیلف ڈیفنس میں کیا ہے مگر کسی نے ان کی فریاد نہ سنی' ان کو زخمی حالت میں لاک اپ میں بند کردیا گیا تھا۔

❁......❁......❁

اسمگلنگ کی ایک بڑی کھیپ کی اطلاع پاکر مختلف جگہوں پر ناکے لگائے جاچکے تھے' ایس پی افگن شاہ بذات خود ایک ناکے پر موجود تھا' جب سب انسپکٹر سے بات ادھوری چھوڑ کر موبائل کی بیل پر متوجہ ہوتے ہوئے پش کا بٹن پریس کیا تھا۔

”مجھے ایس پی صاحب سے بات کرنی ہے۔“ دوسری طرف ماؤتھ پیس سے ایک انجانی آواز ابھری تھی۔

”جی میں ایس پی بول رہا ہوں۔“

”سر میں حنا علی تھانہ مورہ جنگلاں سے بات کررہی ہوں۔ سر ہمارے گھر پر کچھ لوگ حملہ آور ہوئے تھے اور جب ہم رپورٹ درج کروانے آئے تو ان لوگوں نے میرے بابا کو بند کردیا ہے' وہ بہت زخمی ہیں اگر ان کو......“

”او کے آپ ذرا ایس ایچ او کو فون دیں' میں اس سے بات کرتا ہوں۔“

”کون ایس ایچ او......؟“ اس کے سوالیہ انداز پر وہ رکا۔

”اچھا آپ یوں کریں کہ اردگرد تھانے کے عملے کا کوئی بندہ دکھائی دے تو اس سے میری بات کروادیں۔“

”ایکسکیوزمی' یہ آپ ذرا ایس پی صاحب سے بات کریں۔“ افگن شاہ نے دوسری طرف سے کسی کو مخاطب کرتے سنا تھا۔

”یس سر میں ہیڈ محرر احمد خان بات کررہا ہوں۔“ دوسری طرف لائن پر محرر کی الرٹ آواز پر ایس پی افگن شاہ نے اسے کچھ ہدایات دی تھیں۔

”بی بی ایک تو آپ لوگوں کو بڑی جلدی ہوتی ہے فوراً اوپر والوں سے رابطہ شروع کردیتے ہیں۔ پہلے ہمیں تو آزمالیں' ہم عوام کی خدمت کے لیے ہی تو بیٹھے ہیں۔“ محرر نے ایک اے ایس آئی کو اشارہ کیا تھا کہ موٹی توند والا اے ایس آئی کھسیاتے ہوئے انداز میں وضاحتیں دینے لگا اور منٹوں میں علی بخش کو بھی آزاد کردیا گیا تھا۔

”بی بی آپ اِدھر بیٹھیں اور چاچا آپ تفصیل سے احمد خان کو بتاؤ کہ معاملہ کیا ہے' رپورٹ بھی درج ہوگی اور پرچہ بھی کاٹ دیا جائے گا۔“

❁......❁......❁

”بخی ناشتا اِدھر کمرے میں ہی لگادینا۔“ دروازے سے اندر آتے افگن شاہ کی آواز پر حنا نے نم بالوں کو برش کرتے ہوئے قدرے عجلت میں بیڈ سے دوپٹہ اوڑھا تو افگن شاہ کے ہونٹوں پر جاندار مسکراہٹ در آئی تھی۔

سیلف پرنٹ بلیک کلر کی لانگ شرٹ جس پر ملٹی کلر کی نفیس کڑھائی کے ساتھ پلین بلیک ٹراؤزر اور دوپٹے میں اس کی دودھیا رنگت گویا دمک اٹھی تھی۔ افگن شاہ کی ستائش بھری نظروں کے ارتکاز سے گھبرا کر اس نے نگاہیں جھکالیں تو اس کے چہرے پر چھائی اداسی اور سنجیدگی محسوس کرکے وہ کوئی شوخ فقرہ کہتے کہتے رک گیا تھا۔

”کیا بات ہے بھئی! کوئی ناراضگی ہے کیا؟“ بیڈ پر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا۔

”آپ ہمیشہ دوسروں کی مجبوریوں کا فائدہ ہی اٹھاتے ہیں۔“ حنا کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

”اوئے اوئے کاکے رونا نہیں ورنہ میں بھی رو دوں گا۔“ اسے خود سے قریب کرکے افگن شاہ نے کچھ اس طرح غیر سنجیدگی سے کہا کہ یکدم روتے روتے وہ ہنس پڑی۔

”یہ ہوئی نا بات۔“ وہ محظوظ ہوکر کہہ رہا تھا۔

”کہیں ایسا تو نہیں کہ تم سوچتی ہو کہ مجھ سے جان چھڑا کر حالات بہتر ہونے پر واپس چلی جاؤ گی اور جہاں تمہاری منگنی......“ کچھ دیر بعد وہ قدرے سنجیدہ ہوکر پوچھنے لگا تھا۔

”استغفراللہ ایسی کوئی بات سوچیے گا بھی مت۔“ یکدم حنا نے خفگی سے اس کی بات کاٹ دی تو ایک بار پھر ریلیکس ہوکر اپنی جون میں واپس لوٹ آیا تھا۔

❁......❁......❁

ڈی آئی جی آفس میں دونوں فریقین کو انکوائری کے لیے بلایا گیا تھا۔ اڑتی اڑتی خبر یہ تھی کہ چونکہ فضل بخش کا داماد ڈی سی اے کے ایک اعلیٰ عہدیدار کے ہاں ملازم تھا' لہٰذا اس عہدیدار نے ایس ایس پی صاحب کو اپروچ کیا تھا' ایس ایس پی صاحب نے مختصراً ایس پی افگن شاہ سے کیس کے متعلق دریافت کیا اور پھر آئی او سے کیس ریکارڈ لے کر سامنے رکھ لیا تھا۔

”کیا نام ہے تمہارا؟“ ایس ایس پی صاحب نے بند فائل پر سرسری نظر ڈال کر میاں علی بخش سے استفسار کیا تھا۔

”میاں علی بخش۔“

”میاں علی بخش تم شکل سے ہی فراڈیے انسان لگتے تھے' اپنے ہی بھتیجے کو قتل کرکے اس پر جھوٹا مقدمہ بنا کر انہیں خوار کرتے پھر رہے ہو۔“

”ایکسکیوزمی سر! غلط کہہ رہے ہیں آپ؟“ یہ حنا علی بخش کی آواز تھی۔ ”بند فائل پر نظر ڈالنے سے آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ ہم جھوٹے مقدمے بنا کر پھر رہے ہیں' اس کیس کی انکوائری ڈی ایس پی اڈہ مورہ کرچکے ہیں' ان کی انکوائری رپورٹ میں ہمارے موقف تو درست اور مخالف فریق کے موقف کو سراسر جھوٹ پر مبنی قرار دے کر اسے خارج کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔ اس کیس پر انکوائری ایس پی صاحب کرچکے ہیں ان کی تحریر شدہ رپورٹ ڈپٹی صاحب کے موقف کی تائید کرتی ہے۔ اب سوال یہ نہیں کہ کون جھوٹا ہے اور کون سچا...... سوال یہ ہے کہ آپ خود اس فریق کا پرچہ خارج کریں گے یا پھر ہمیں سپریم کورٹ کا دروازہ ناک کرکے اس کیس میں میڈیا کو بھی انوالو کرنا ہوگا۔“ ایس ایس پی صاحب کے چہرے کا رنگ بڑی سرعت سے بدل چکا تھا۔

”بی بی ہمارا کام بھی سپریم کورٹ سے متعلقہ ہے اور میڈیا کا تو ہم روز سامنا کرتے ہیں۔“

”ٹھیک ہے سر تو بند کریں یہ ڈرامہ جو آپ ڈرگ کالر سے کریڈٹ لینے کے لیے لگا کر بیٹھے ہیں۔ اس کیس کا فیصلہ اب سپریم کورٹ میں ہوگا۔“ اس کے حتمی انداز پر ایس ایس پی یکدم خاموش ہوگیا تھا۔

”ہم اس کیس کا ایک بار پھر جائزہ لیتے ہیں' آپ لوگ جائیں۔“ دونوں فریقین کے باہر جانے کے بعد ایس ایس پی کچھ دیر پُرسوچ انداز میں فائل پر غور کرتا رہا۔

”آپ کو کیا لگتا ہے یہ لوگ اس کیس میں میڈیا کو انوالو

کرلیں گے۔" اس نے ایس پی افگن شاہ اور سب انسپکٹر سے سوال کیا تھا۔

"نہیں سر بالکل بھی نہیں۔" سب انسپکٹر نے شدومد سے جواب دیا تھا وہ پہلے دن سے مسلسل دوسرے گروپ کو سپورٹ کررہا تھا۔ "ایسے ہی تڑیاں دے رہے ہیں۔"

"سر احتیاط کی ضرورت تو ہے یہ لوگ سچے ہیں' سچا انسان کچھ بھی کرسکتا ہے۔" افگن شاہ نے دبے لفظوں میں میاں علی بخش کی حمایت کی تھی۔

"میرے بھائی کی ایک فائل سی ڈے اے میں بری طرح پھنسی ہوئی ہے اگر میں اس معاملے میں تھوڑی سی فیور کردوں تو......" ایس ایس پی کا انداز پُرسوچ تھا۔

❁......❁......❁

"دیکھو چاچا تم اپنے بھائیوں سے صلح کرلو۔" افگن شاہ نے میاں علی بخش کو آفس بلوا کر بات کی۔

"ایس پی صاحب صلح کرنے کا مطلب ان کی شرائط کو تسلیم کرنا ہے جو ناممکن سی بات ہے۔"

"یہ بات ہمیں پتا ہے کہ آپ نے سیلف ڈیفنس میں فائر کیا ہے مگر آپ کی ضمانت کینسل ہوگی یہ بھی پکا سمجھیں۔"

"صاحب میری بیٹیاں اکیلی رہ جائیں گی اور پھر میرے خاندان کے لوگ کچھ بھی کرسکتے ہیں' یہ کیسا قانون ہے جو ہمیں تحفظ دینے کے بجائے بے اماں کررہا ہے۔" میاں علی بخش کے انداز میں بے چارگی اتر آئی تھی۔

"بس یہ ایسا ہی قانون ہے اور اس کے سامنے قانون کے رکھوالے بھی بے بس ہیں۔ آپ ایسا کریں کہ جہاں آپ نے رشتہ دیا ہے بیٹی کا ان سے کہیں کہ جلد از جلد رخصتی کرالیں جب تک آپ کی ضمانت نہیں ہوگی آپ کا داماد آپ کے گھر رہ لے۔"

"پہلی بات تو یہ کہ امریکہ سے آنا اتنی آسان بات نہیں اور پھر اس لڑکے کی ماں کا دل کا آپریشن ہے یہ حالات کم و بیش انہیں بھی پتا ہیں اگر وہ خود آجاتے تو اور بات تھی لیکن میں بیٹی کا باپ ہوکر خود یہ مطالبہ کیسے کرسکتا ہوں۔" میاں علی بخش بالکل بے بس دکھائی دے رہے تھے اور تب ایس پی افگن شاہ نے وہ بات کہہ دی جسے سن کر تھوڑی دیر کے لیے میاں علی بخش بھی دم بخود رہ گئے تھے مگر چند دن کی سوچ بچار کے بعد انہیں سب سے مناسب فیصلہ یہی لگا تھا یوں حنا علی بخش رنجش بھرے دل کے ساتھ افگن شاہ کی زندگی میں شامل ہوگئی۔

یہ الگ بات کہ اس کی تمام رنجشیں افگن شاہ کے سلجھے ہوئے روپ کے سامنے ریت کی دیوار ثابت ہوئے اور دھیرے دھیرے اس کے روز و شب افگن شاہ کی زندگی کا حصہ بن گئے۔

❁......❁......❁

"مجھے شام کو تھانہ مورہ اڈا جانا ہے' تھوڑی دیر ہوجائے گی۔" افگن اسے بتا کر گیا تھا اور وہ مغرب کے وقت لان میں کرسی ڈالے بیٹھی تھی اگر کبھی دیر سویر ہوجاتی تو وہ کام والی جو اپنا کام نبٹا کر چلی جاتی تھی اسے رکنے کا کہہ جاتا۔ گیٹ کھلنے کی آواز پر اس نے مڑ کر دیکھا تو اس کی گاڑی اندر داخل ہورہی تھی۔

"ہمارے نصیب کچھ زیادہ ہی جاگ گئے جو بیگم نے انتظار بھی کرنا شروع کردیا۔" حقیقتاً اسے انتظار میں پاکر افگن شاہ مسرور ہوگیا تھا۔

"آپ گئے نہیں جہاں آپ نے جانا تھا؟"

"آپ کو چھوڑ کر بھلا جاسکتا ہوں۔" اس نے خاصے ہمدردانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے اپنی کیپ اس کے سر پر رکھ دی۔

"میں فریش ہوکر آتا ہوں پھر کہیں باہر چلتے ہیں' لانگ ڈرائیو پر مگر اس سے پہلے چائے کا ایک کپ ہوجائے۔" اس کے کہنے پر وہ سر ہلا کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

روڈ کے کنارے گاڑی میں بیٹھ کر آئس کریم کھاتے ہوئے افگن شاہ کے گھر سے کال آئی تھی اور حنا کا سارا دھیان اس کی گفتگو پر چلا گیا تھا۔

"کیا حال ہے مائی بے بی؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"آپ نے کب آنا ہے یہ تو آپ ماما سے پوچھیں۔"

"میں آپ کے اسکول میں ریلیکشن دے کر آیا تھا ٹیچر آپ کو بالکل نہیں ڈانٹیں گی۔"

"اچھا آپ ماما سے بات کروائیں۔"

"ہاں زینب! کیا حال ہے بھئی' سب لوگ خیریت سے ہیں؟" سب کی خیریت دریافت کرنے کے بعد اس نے فون بند کرکے حنا کی طرف دیکھا تھا۔

"کل زینب اور بچیاں واپس آرہی ہیں۔"

"آپ کی بیٹیاں کتنی بڑی ہیں؟" جواباً وہ پوچھنے لگی۔

"ایک آٹھ سال کی ہے اور ایک نو سال کی۔ تم ان کی وجہ سے خود کو ان سیکیور فیل کرتی ہو؟"

"نہیں۔" مختصراً کہہ کر اس نے انکار میں سر ہلایا تھا۔

"بچوں سے کیا ان سیکیورٹی فیل کرنا۔ اچھا اب چلیں۔" اس کے کہنے پر وہ گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا تھا۔

"تمہاری اپنے گھر بات ہوئی؟"

"نہیں تو' کوئی خاص بات ہے کیا؟" اس نے قدرے تشویش سے پوچھا تھا۔

"آج چاچا سے بات ہوئی تھی وہ بتا رہے تھے کہ دوسری طرف سے صلح پر اصرار کیا جارہا ہے۔" حنا کے چہرے پر یہ سن کر سایہ سا لہرا گیا۔

ہاں اب انہیں احساس ہوگیا ہے کہ سب کچھ ویسا نہیں ہوسکتا جیسا وہ پلان کرتے ہیں۔ تقدیر ان کی ہر تدبیر کو سپورٹ نہیں کرتی' اس کے اداس اور شکستہ انداز نے افگن شاہ کو کچھ سوچنے پر مجبور کردیا تھا۔

"تم اتنی اداس کیوں ہورہی ہو یہ تو خوشی کی بات ہے۔" وہ بغور اسے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگا تھا۔

"خوشی کی بات تب ہوتی جب یہ سب ہوا ہی نہ ہوتا۔" اس کے انداز نے افگن شاہ کو گم سم اور خاموش کرڈالا تھا اور جب وہ کچھ کہے بغیر گاڑی سے اتر کر دوسرے کمرے میں چلا گیا تو حنا کو احساس ہوا شاید اس نے ان ڈائریکٹ اسے ہرٹ کردیا ہے۔

"آپ یہاں کیوں آگئے؟" وہ لائٹ آن کرکے اس کے پاس بیڈ پر بیٹھتے ہوئے پوچھ رہی تھی' جواباً وہ آنکھوں پر کہنی رکھ کر خاموش لیٹا رہا۔

"بولیں نا' کیا میری کسی بات سے ناراض ہوگئے ہیں آپ؟" حنا نے اس کا کندھا ہلایا اور بازو ہٹا کر چہرہ جانچا تو وہ آنکھیں کھول کر دیکھنے لگا تھا۔

"تمہاری باتوں سے مجھے یوں احساس ہوتا ہے کہ میں کوئی بہت بُرا انسان ہوں۔ میں تمہیں پھولوں کی طرح بھی رکھوں تب بھی تم مجھ سے خوش نہیں ہوگی۔ میں نے اتنی کیئر صرف اور صرف اپنی بچیوں کی کی ہے' جتنی تمہاری...... کیا تمہیں میرے ساتھ رہنا بالکل اچھا نہیں لگتا۔" وہ اپنی کنپٹیوں کو مسلتے ہوئے انتہائی دکھ سے پوچھ رہا تھا۔

"نہیں ایسی بات نہیں ہے۔" حنا نے بہت سچائی سے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہنا شروع کیا۔

"آپ بہت اچھے ہیں' بس مجھے لگتا ہے کچھ غلط ہورہا ہے پتا نہیں کیوں یہ مجھے سمجھ نہیں آتا۔" اس کی بات افگن شاہ کو حیران کرگئی' وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"زینب مجھ سے لڑے گی تو نہیں؟" کچھ سوچ کر وہ اس سے پوچھنے لگی۔

"اس کی جرأت ہے کہ وہ تم سے لڑے۔" افگن نے اس کا اپنے سینے پر دھرا ہاتھ لبوں سے چھوا اور اسے خود سے بھینچ لیا تو حنا کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے جو اس کے دل پر دھرے بوجھ کو کم کرگئے تھے۔

❁......❁......❁

اگلے روز وہ دوپہر کے وقت سونے کے لیے لیٹی تو طویل نیند کے بعد اس کی آنکھ لاؤنج سے آتے شور کی آواز سے کھلی تھی۔ چند لمحے سوچنے کے بعد وہ اٹھ کر باہر آگئی۔

"السلام علیکم!" سب اس کی طرف متوجہ ہوئے خاص طور پر زینب' جس نے ایک گہری اور ٹھہری ہوئی نظر حنا پر ڈالی اور پھر یک دم اٹھ کر کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ طویل قامت پختہ عمر کی اٹھی ہوئی گردن والی زینب حنا کو ان عورتوں میں سے لگی جو نہ صرف حکمرانی کی شوقین ہوتی ہیں بلکہ اکثر دوسروں پر حکمرانی کرتی بھی ہیں۔

"پاپا پاپا یہ آنٹی کون ہیں؟" حمنہ اور زارا دونوں افگن شاہ کے اردگرد خاصے شوق اور تجسس سے سوال کررہی تھیں۔

"یہ...... یہ آپ کی آنٹی ہیں بیٹا! اِن کو سلام کرو۔" افگن شاہ نے قدرے گڑبڑا کر جواب دیا تھا۔

"السلام علیکم آنٹی!" دونوں ننھی پریوں نے فوراً اٹھ کر اپنے ننھے ننھے ہاتھ بڑھائے تو مسکرا کر شیک ہینڈ کرتے ہوئے اس نے ان کے گال تھپتھپائے تھے۔

"ماشاءاللہ یہ تو بہت پیاری ہیں۔" وہ مسکرا کر افگن شاہ کی طرف مڑی تھی۔

"آنٹی آپ کے بال کتنے پیارے ہیں۔" مڑنے سے گرین جالی دار دوپٹے کے اندر سے جھانکتے اس کے لمبے بال حمنہ کے سامنے آئے تو وہ فوراً تعریف کرنے لگی۔

"اُف......" افگن شاہ نے ہنس کر سر پکڑ لیا۔ "یار خوب صورت بال ان دونوں کی کمزوری ہیں' اب ان کے تبصرے سنتی رہنا۔" اس کا یہ کہنا بالکل درست نکلا تھا' شام کو جب وہ لاؤنج میں اکیلی بیٹھی چائے پی رہی تھی تو وہ دونوں اس کے گرد پھر سے جمع ہوگئیں۔

"آنٹی آپ دوپٹے کو سر پر مت لیں' یوں سائیڈ پر لیں اتنا پیارا لگے گا نا۔" حمنہ نے خاصی بے تکلفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کا دوپٹہ سائیڈ پر ڈالا تھا۔

"نہیں نہیں آنٹی...... آپ بالوں کو کھول کر یوں پونی بنالیں' پھر آپ کے بال بہت پیارے لگیں گے یوں میری طرح......" زارا نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے اپنی پونی کو زور و شور سے ہلا کر دکھایا تو حنا کی بے اختیار ہنسی نکل گئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کیوٹ سی زارا کا گال چوم لیا اور اپنے کمرے سے آتی زینب نے ذرا سا رک کر یہ منظر دیکھا اور کچھ کہے بغیر سپاٹ سے انداز میں کچن کی جانب بڑھ گئی تھی۔ چند ہی دن میں بچیاں اس سے خائف نظر آنے لگیں یہ یقیناً زینب کی وجہ سے تھا۔

❁......❁......❁

افگن شاہ نے آج اس کی رپورٹ لے کر آنا تھا' اس لیے وہ اس کے انتظار میں تھی اور جس وقت وہ گھر میں داخل ہوا زینب اسے لاؤنج میں بیٹھی مل گئی تھی۔ لفافہ اس کے ہاتھ میں دیکھ کر حنا کمرے سے باہر نکلی تھی۔

"شاہ جی آپ رپورٹ لے کر آئے ہیں؟" اس سے پہلے ہی زینب نے استفسار کر ڈالا تھا۔

"ہاں بھئی مبارک ہو آپ لوگوں کو۔ رپورٹ پازیٹو ہے۔" اس نے مشترکہ طور پر دونوں سے کہا تھا' تو زینب اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔ چند ہی منٹ میں گاؤں سے بے جی کی کال آ گئی جنہوں نے حنا سے بات کرتے ہوئے ڈھیر سارا اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے اسے مبارک باد بھی دی اور ڈھیروں احتیاط کی تاکید کرتے ہوئے افگن شاہ سے بات کر کے اس کو بھی حنا کا بہت سارا خیال رکھنے کو کہا تھا یہ خبر انہیں زینب نے دی تھی جس پر حنا خاصی الجھن کا شکار تھی۔

حنا وضو کر کے نکلی تو وہ یونیفارم چینج کیے بغیر بیڈ سے ٹیک لگائے منہ کو کیپ سے ڈھانپے نیم دراز تھا' حنا کو کچھ کلک سا ہوا تھا۔

"کیا ہوا؟ آپ کو خوشی نہیں ہوئی' آپ کچھ پریشان ہوگئے ہیں۔"

"ارے نہیں بھئی پریشان کیوں ہوں گا؟" اس نے کیپ کے اندر سے منمنا کر کہا تو حنا نے آگے بڑھ کر کیپ اٹھائی اور الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

اس کی ایکسرے کرتی نظروں کے جواب میں اس نے بھرپور مسکراہٹ سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"بھئی میں بہت خوش ہوں بس آفس کی کوئی ٹینشن ہے تم اِدھر میرے پاس بیٹھو اس خوشی کو سلیبریٹ کرتے ہیں۔" یک دم وہ خوش ہو کر اس کا ہاتھ تھام کر کہہ رہا تھا۔

"جی نہیں مجھے نماز پڑھنی ہے۔" وہ خفگی سے کہہ کر اٹھ گئی تھی۔

❁......❁......❁

الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ اگرچہ نارمل تھی مگر افگن شاہ اسے گاڑی میں بٹھا کر واپس ڈاکٹر کے آفس کی طرف چلا گیا تھا۔

"خیریت تو ہے ڈاکٹر کے پاس اتنی دیر کیوں لگادی۔" وہ واپس آ کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا تو حنا پوچھنے لگی۔

"کچھ نہیں بس ایک دو باتیں ڈسکس کرنی تھیں۔" وہ

گاڑی ریورس کرتے ہوئے بتا رہا تھا۔ گھر واپس پہنچنے پر زینب بے چینی سے لاؤنج میں ان کی منتظر تھی۔

"شاہ جی آپ نے ڈاکٹر سے پوچھا ہمارے گھر آنے والا نیا مہمان کون ہے' بے بی بوائے' بے بی گرل؟" زینب کی آواز پر کمرے میں داخل ہوتی حنا کے قدم رک گئے اور واپس مڑ کر ان دونوں کی طرف دیکھنے لگی۔

"نہیں۔" افگن شاہ سپاٹ انداز میں کہہ کر آگے بڑھ گیا تھا۔

❁......❁......❁

"مبارک ہو آپ کے ہاں بیٹا ہوا ہے۔" ہوش میں آنے پر اس نے ارد گرد نظریں دوڑائیں تو کمرے میں موجود نرس نے خاصی گرم جوشی سے مبارک باد دی تھی جبکہ چیئر پر براجمان افگن شاہ بالکل خاموش رہا۔ حنا کی نظریں اپنے خالی پہلو میں اور پھر کمرے کے چاروں اطراف بھٹکنے لگیں۔

"کہاں ہے بچہ؟" اس نے نرس اور افگن شاہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"وہ تو آپ کی سسٹر گھر لے گئی ہیں۔" نرس نے دونوں کی طرف دیکھ کر قدرے گڑبڑا کر جواب دیا تھا۔

"کون سی سسٹر؟ میرے ساتھ میری کوئی سسٹر نہیں تھی۔" اس کے جواب میں جیسے گھبراہٹ سی تھی۔

"مجھے گھر لے چلیں پلیز۔" یک دم اس نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے افگن شاہ سے کہا تھا۔

"پلیز آپ لیٹی رہیں' ابھی ڈاکٹر صاحبہ آپ کا چیک اپ کریں گی تو اس کے بعد آپ گھر جاسکیں گی۔"

"آپ نے سنا نہیں میں کیا کہہ رہی ہوں۔" نرس کی بات ان سنی کر کے اس نے تڑپ کر افگن شاہ سے کہا تھا۔

"سسٹر میں بل کلیئر کرواتا ہوں آپ ذرا ان کو گاڑی تک لے آئیں۔"

"شاہ جی آپ اس چھوکری کو واپس لے کر کیوں آئے ہیں' تین لفظ کہہ کر وہیں کیوں نہیں چھوڑا۔ یہی طے ہوا تھا نہ ہمارے درمیان۔" لاؤنج میں داخل ہوتے ہی زینب کسی چیل کی طرح چیخ کر گویا اس پر جھپٹنے کے لیے آگے بڑھی تھی۔ حنا کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا۔

"راستہ دو...... ہٹو آگے سے......" افگن شاہ کی آواز میں سختی تھی۔

"دیکھیں شاہ جی میں آپ کو ایسا نہیں کرنے دوں گی' آپ وعدہ خلافی کر رہے ہیں۔ بہت برداشت کر لیا میں نے میں ابھی لالہ اور بے جی کو فون کرتی ہوں۔" حنا کی سماعتوں پر زینب کی آواز صورِ اسرافیل کی مانند بج رہی تھی' اس کی سماعتیں افگن شاہ کی طرف سے کسی تصدیق یا تردید سے محروم رہیں اس کو اپنی بہت سی الجھنوں کے سرے مل گئے تھے۔

❁......❁......❁

افگن شاہ اور مریم کی شادی وٹے سٹے میں تایا تیمور شاہ کے ہاں زینب اور بابر شاہ سے ہوئی تھی۔ زینب' افگن شاہ سے تیرہ سال بڑی تھی' افگن شاہ کو بزرگوں کے طے کیے ہوئے اس رشتے کو قبول کرنا تھا کیونکہ انکار کا مطلب مریم اور زینب کا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بابل کی دہلیز پر رہ جانا تھا۔ زندگی میں کچھ بھی ناخوشگوار نہ تھا سوائے اس کے کہ مریم کے ہاں جڑواں بیٹیوں کی پیدائش ہوئی جو پیدائشی معذور تھیں یہ خبر پورے خاندان کی لیے کسی قیامت سے کم نہ تھی مگر بیٹیوں کے بعد منتوں اور مرادوں سے پیدا ہونے والا ارمغان شاہ ہر لحاظ سے تندرست اور صحت مند تھا۔

دوسری طرف چند سال بعد زینب اور افگن شاہ کے ہاں یکے بعد دیگرے دو بیٹیوں کی پیدائش ہوئی مگر بے جی کی ہزار منتوں اور دعاؤں کے باوجود افگن شاہ کا آنگن اولادِ نرینہ سے محروم رہا' کوئی علاج معالجہ کام نہ آیا حتیٰ کہ ڈاکٹرز نے بھی مایوسی کا اظہار کر دیا تھا۔

چند سال بعد دبی ہوئی خواہش بے جی کے لبوں پر ابھرنے لگی وہ برادری کی کسی کم حیثیت خاندان کی سادہ سی لڑکی کو افگن شاہ کی زندگی میں لانے کے لیے منتخب کر بیٹھیں اور زینب نے نہ صرف دو ٹوک الفاظ میں انکار کیا بلکہ واویلا مچا دیا تھا اور بابر شاہ نے مریم کو طلاق کی دھمکی دے ڈالی تھی کہ وہ بیٹیوں کو لے کر اس کے گھر سے نکل جائے' بیٹے کو وہ اپنے پاس رکھے گا۔

ایسے میں مریم نے بے جی اور زینب دونوں کو سمجھانے کی کوشش مگر دونوں ہی اپنے فیصلے پر نظرثانی کرنے سے انکاری تھیں۔

ایسے میں کافی سوچ بچار کے بعد مریم اور زینب نے مل کر بے جی کو تجویز پیش کی۔ افگن شاہ غیر برادری کی کسی لڑکی سے شادی کرلے اور اولاد نرینہ ہونے کے بعد اسے طلاق دے دے۔

"شاہوں کا یہ دستور کب سے ہوگیا کہ وہ اپنی نسل بڑھانے کے لیے پرائی بیٹیوں کے مقدر کو آگ لگادیں۔" بے جی کو اعتراض ہوا مگر افگن شاہ نے اس تجویز کو یکسر رد کرڈالا تھا۔ زینب اور بے جی کی کھینچا تانی اور بے جی کا اصرار مسلسل تین سال جاری رہا۔ یہاں تک کہ افگن شاہ نے ایک روز حنا علی بخش کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کرڈالا تھا۔ بے جی کے اصرار کو خاطر میں لاتے ہوئے زینب کی غیر برادری کی شرط کو پورا کرتے ہوئے یا پھر صرف اور صرف اپنے دل کی خاطر اس کا فیصلہ آنے والے وقت نے کرنا تھا۔

❁……✿……❁

"میں اولاد کی خاطر کبھی بھی کسی کی زندگی برباد کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا مگر میں یہ بھی برداشت نہیں کرسکتا کہ میری وجہ سے میری بہن اجڑ جائے۔ کیا یہ دکھ اس کے لیے کم ہے کہ اس کی دو بیٹیاں عمر بھر کے لیے معذور ہیں۔" افگن شاہ کے لہجے میں اپنی بہن کا دکھ بول رہا تھا۔

"میں نے ساری مجبوریوں کو ایک طرف رکھ کر جس خاص ہستی کو اپنی زندگی میں شامل کیا ہے زینب کے واویلا کرنے پر اسے اپنی زندگی سے بے دخل کردوں گا ناممکن...... البتہ اس طوفان کا مجھے پہلے سے اندازہ ضرور تھا اور پلیز میری بات کا یقین کرو میں اس سب کو ذرا طریقے سے لیکن فیس کرلوں گا' چلو میرے ساتھ اور تھوڑا سا کھانا کھاؤ۔" حنا نے اس کا ہاتھ جھٹک کر رندھی آواز میں مطالبہ کرڈالا۔

"آپ پلیز منے کو میرے پاس لے آئیں۔"

منے کو فیڈر راس نہیں آ رہا تھا' اسے دو مرتبہ ڈائریا ہوچکا تھا ایسے میں ڈاکٹر نے سختی سے ماں کا دودھ تجویز کیا تھا' ایسے میں افگن شاہ تھوڑی دیر کے لیے اسے حنا کے پاس لے کر آتا تھا اور حنا کو یوں لگتا گویا اس کا وجود صحرا کا کوئی ٹکڑا ہو جس پر ابر کی چند بوندیں برس گئی ہوں۔ اسی کھینچا تانی میں ایک مہینہ گزرا تھا زینب اسے بار بار فیڈر کا عادی بنانے کی کوشش کرتی نتیجتاً اس کی طبیعت خراب ہوجاتی۔

زینب کو اس روز حمنہ' زارا کی ٹیچر نے بلایا تھا اور وہ منے کو بھی ساتھ لے گئی تھی' حنا بہت اجڑے ہوئے انداز میں لاؤنج میں گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی تھی جب افگن شاہ گھر میں داخل ہوا تھا اسے یوں بیٹھے دیکھ کر وہ ٹھٹک گیا تھا۔

"کیا ہوا؟" حنا نے اسے جواب دینے کے بجائے رخ موڑ لیا تھا مگر افگن شاہ نے جھٹکے سے اس کا رخ اپنی طرف موڑا تھا۔

"مت رویا کرو تمہارے آنسو مجھے تکلیف دیتے ہیں۔" افگن شاہ نے نرمی سے اس کے آنسو صاف کیے تھے۔

"میری زندگی برباد کرڈالی' مجھے عذاب میں ڈال دیا اب رونے پر پابندی کیوں؟" حنا یوں پھوٹ پھوٹ کر روئی کہ افگن شاہ کو اپنے لفظ بے کار لگنے لگے تھے۔ اس نے حنا کو کھینچ کر خود سے لگالیا تھا۔

"زینب میری مجبوری ہے اور تم میری زندگی۔ زندگی کو خود سے کوئی جدا نہیں کرسکتا۔ تھوڑا سا وقت گزرنے دو سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

"کچھ ٹھیک نہیں ہوگا' مجھے میرا بیٹا دے دیں' میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

"پاگل مت بنو' تم یہاں سے کہیں نہیں جاؤ گی۔ وہ نفسیاتی مریض بن کر منے پر قبضہ کیے ہوئے ہے تو کیا ہوا ہے وہ اسی گھر میں ہے' تمہارا بیٹا ہے تمہارا ہی رہے گا۔"

"بند کرو میرے گھر میں بے حیائی کے مظاہرے۔" زینب نہ جانے کس وقت لاؤنج کے دروازے پر آن کھڑی ہوئی تھی اس کی دھاڑ نما آواز پر حنا یک دم افگن شاہ سے الگ ہوئی تھی۔

"بات اب میری برداشت سے باہر ہوچکی ہے افگن شاہ! آج تمہیں کوئی فیصلہ کرنا ہی ہوگا۔" بپھری ہوئی شیرنی کا انداز

آج بالکل ہی جدا تھا۔ زینب نے اس سے قبل اسے اس انداز میں کبھی مخاطب نہیں کیا تھا اس کے فیصلہ کن انداز پر افگن شاہ کے چہرے کا رنگ بدل رہا تھا' ضبط کی شدت سے یا پھر......

"میں آج ہی گاؤں سے لالہ کو بلا رہی ہوں یا تو آپ فیصلہ کریں گے یا پھر لالہ۔" غصے میں آپے سے باہر وہ کمرے میں گئی اور پھر موبائل پر اس کے تیز تیز باتیں کرنے کی آوازیں آنے لگیں۔

حنا افگن شاہ کے چہرے کی گھبراہٹ ملاحظہ کررہی تھی اور شاید یہ پہلی بار ہوا کہ وہ منے کے فیڈ کی فکر کیے بغیر اور حنا کو کوئی دلاسہ دیئے بنا واپس آفس چلا گیا تھا۔

"زینب میری مجبوری ہے اور تم میری زندگی اور زندگی کو کوئی خود سے جدا نہیں کرسکتا۔" حنا نے دل ہی دل میں افگن شاہ کے الفاظ دہرائے۔ "مگر مجبوریاں' بعض لوگوں کو زندگی کا دامن جھٹکنے پر مجبور کردیتی ہیں افگن شاہ!" اس نے خود سے سوچا تھا۔

"اس سے پہلے کہ میرا اور تمہارا رشتہ تمہاری مجبوریوں کی بھینٹ چڑھ جائے مجھے کوئی فیصلہ کرنا ہوگا کیونکہ میری ساری کشتیاں جلی ہوئی ہیں۔"

منے کے رونے کی آواز پر حنا سوچتی ہوئی زینب کے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔

"آپ مریم اور بے جی کو ساتھ لے کر آیئے گا' وہی آپ کے ساتھ ساتھ شاہ جی کو فیصلہ کرنے پر مجبور کرسکتی ہیں۔" زینب روتے ہوئے بھائی سے کہہ رہی تھی۔ "میں آپ کا انتظار کررہی ہوں آپ ابھی اور اسی وقت نکل پڑیں۔"

"تو فیصلے کی گھڑی آن پہنچی۔" زندگی میں پہلی اور شاید آخری بار منے کے رونے کی پروا کیے بغیر حنا کمرے میں پلٹ آئی اور تیزی سے چیزوں کو الٹ پلٹ کرنے لگی اور پھر تھوڑی دیر بعد جب اس نے زینب کے کمرے میں جھانکا تو کمرہ خالی تھا اور قسمت سے واش روم کا دروازہ بند۔ اس نے تیزی سے بیٹے کو اٹھایا اور مختصر سا سامان لیے گھر سے باہر نکل آئی صرف چند قدموں کا فیصلہ طے کرکے وہ ایک گیٹ پر بیل دے رہی تھی۔

"آپ کو کس سے ملنا ہے بی بی!" بڑی بڑی مونچھوں والا پٹھان دروازہ کھول کر اس سے پوچھ رہا تھا۔

"اندر تو آنے دو چاچا' بتاتی ہوں۔" وہ زبردستی راستہ بناتے ہوئے اندر چلی آئی تھی۔

"میں جارہی ہوں مجھے ڈھونڈنے کی کوشش مت کیجیے گا' میں آپ کو کہیں نہیں ملوں گی۔" تھوڑی دیر میں افگن شاہ کو اس کا میسج موصول ہوا تو اس کے قدموں تلے سے زمین سرکنے لگی تھی۔

❁……✿……❁

حنا کو بچے سمیت غائب پاکر وہ زینب سے جھڑپ کے بعد گاڑی لے کر خود ہی قریبی بس اسٹاپ اور نزدیکی اڈوں پر دیکھ آیا تھا۔ مگر اتنی دیر میں نہ جانے وہ کہاں گم ہوگئی تھی۔ ستی ایس پی ہوتے ہوئے وہ اس کی رپورٹ بھی درج نہیں کراسکتا تھا یا پھر اپنے ماتحتوں کو بتاتا کہ اس کی بیوی بچے سمیت اپنی مرضی سے غائب ہوگئی ہے۔ میاں علی بخش کو فون کرکے اس نے اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ حنا نے ان سے رابطہ کیا ہو یا ان کے پاس پہنچی ہو مگر ان کی گفتگو سے اندازہ ہوا کہ وہ اس معاملے سے قطعی لاعلم تھے اور اس سے حنا اور منے کا حال احوال دریافت کررہے تھے۔

جب بابر شاہ مریم اور بے جی کو لے کر پہنچا تو صورتحال بالکل بدل چکی تھی۔ بے جی بھی یہ سن کر ازحد پریشان ہوئیں۔

"افگن! اس کے پاس کچھ پیسے وغیرہ تو تھے؟ چھوٹے سے بچے کو لے کر نہ جانے کہاں کہاں خوار پھر رہی ہوگی۔" وہ ہاتھ ملتے ہوئے پریشانی سے کہہ رہی تھیں۔

"جانا کہاں ہے اس نے بی جی یقیناً اپنے ماں باپ کے پاس گئی ہوگی' بچے کو ہم واپس لے آئیں گے لیکن افگن شاہ پہلے اس چھوکری کا فیصلہ تو کرے۔" بابر شاہ نے اطمینان سے اپنا راگ الاپا تھا۔

"کیسا فیصلہ بھائی جان؟" موبائل پر پریشانی سے نمبر ڈائل کرتا افگن شاہ جھٹکے سے مڑا تھا۔ "وہ میرے بچے کی ماں ہے اور میں اپنے بچے کو اس کی ماں سے محروم کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔" حنا کو چھوڑنے کا تصور تو مشکل تھا ہی لیکن

منے سے دوری گویا اس کی جان پر بن آئی تھی۔ ایسے میں بابر شاہ کا مطالبہ اسے بھڑکا گیا تھا۔

"اس چھوکری کو فارغ نہیں کرو گے تو کیا بہن کو گھر بٹھالو گے' سچ تو کچھ بھی نہیں رہے گا۔" بابر شاہ اس کے سامنے تن کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"سوال یہ نہیں ہے کہ میں اپنی بہن کو گھر بٹھالوں گا یا نہیں مسئلہ یہ ہے کہ میں کسی کی خاطر اپنے بچے سے اس کی ماں نہیں چھین سکتا لیکن کیا آپ میرا گھر برباد دیکھنے کے شوق میں اپنے بچوں سے ان کی ماں چھین لیں گے اور بچے بھی وہ جن کو دیکھ کر اپنے تو کیا غیروں کے دل رو پڑیں اگر آپ اپنی دو معذور جوان بیٹیوں کو کسی اور کے در پر پھینکنے کا حوصلہ رکھتے ہیں تو ایسا کر گزریں مگر مجھ سے ایسی کوئی امید نہ رکھیں۔"

"تو ٹھیک ہے میں......"

"زینب' مریم ان کو سمجھاؤ یہ کیا کر رہے ہیں۔" بے جی چیخ کر ان کے درمیان آ گئیں۔ "خیر خیریت کی دعا کرو جس بچے کی خاطر یہ سب کچھ ہو رہا ہے نہ جانے وہ کہاں اور کس حال میں ہوگا اور تم لوگ اسے ڈھونڈنے کے بجائے آپس میں لڑ رہے ہو' کیوں خود کو برباد کرنے پر تلے ہوئے ہو۔"

"لالہ! آپ پلیز غصہ نہ کھائیں' یہ وقت غصہ کرنے کا بالکل نہیں ہے۔" زینب تسلی لگا کر خود ہی بابر شاہ کو کول ڈاؤن کر رہی تھی۔

"ٹھیک ہے بے جی! ابھی تو میں آپ کی بات مان کر چپ ہو رہا ہوں مگر میں کچھ بھی کر گزروں گا اگر اس نے چند دنوں میں اپنا فیصلہ نہ بدلا تو میں صرف اتنی مہلت دے رہا ہوں کہ یہ اس لڑکی سے اپنا بچہ لے کر اسے چلتا کرے۔" اور اسی شام سب کو لے کر گاؤں واپس چلا گیا تھا' زینب بھی بچیوں کو لے کر اس کے ساتھ چلی گئی۔

❁......❁......❁

ہاسٹل کی منتظم میڈم کو کچھ جھوٹی سچی کہانی سنا کر وہ رہائش حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ میڈم کو تسلی تھی کہ وہ بچے کو خود فیڈ کراتی تھی لہٰذا کوئی اغواء والا معاملہ نہ تھا البتہ چارجز انہوں نے کچھ زیادہ وصول کر لیے تھے جس کی حنا کو قطعاً پروا نہ تھی۔

ہاسٹل میں پہنچنے کے چوتھے دن منا شام سے دودھ الٹ رہا تھا' رات تک اس کی حالت مزید خراب ہونے لگی' رات بارہ بجے اس نے رونا شروع کر دیا تو وہ اسے چپ کراتے کراتے ہلکان ہو گئی۔ ہاسٹل کی بوڑھی ملازمہ اس کے پاس آ کر منے کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی حتیٰ کہ میڈم بھی اٹھ کر آ گئیں۔

"کمال ہے بچے کی طبیعت اتنی خراب ہے اور تم اسے لوریاں دے کر سلانے کی کوشش کر رہی ہو' صاف نظر آ رہا ہے بچے کے پیٹ میں مروڑ پڑ رہے ہیں۔"

"آنٹی! اماں نے ابھی عرق پلایا تو ہے۔" وہ روہانسی ہو کر بتانے لگی۔

"لو شہر کے سارے ڈاکٹر مر گئے ہیں جو تم اماں کے ٹوٹکے پر بیٹھی ہو' چلو اس کو میڈیکل سینٹر لے چلتے ہیں۔"

"نہیں آنٹی......"

"کیا مطلب ہے بیٹا! تمہیں آخر کس سے خطرہ ہے جو بیمار بچے کو باہر لے جانے سے گھبرا رہی ہو۔"

"میں گھر والوں کو فون کر کے بتاتی ہوں۔" میڈم کے ڈپٹنے پر کچھ سوچ کر کہا تھا۔

"ٹھیک ہے میں تب تک ڈرائیور سے گاڑی نکلوا لوں۔"

گود میں منے کو لیتے ہوئے اس نے اتنے دن سے آف موبائل کو آن کر کے افگن شاہ کا نمبر ملایا' پہلی ہی بیل پر کال ریسیو کر لی گئی تھی۔

"ہیلو حنا...... کہاں ہو تم......" اس کی آواز سن کر کچھ کہنے کی کوشش میں حنا کی آواز رندھ گئی تھی۔ "یہ منا اس وقت اتنا کیوں رو رہا ہے؟" دوسری طرف وہ تشویش سے پوچھ رہا تھا۔

"اس کی طبیعت خراب ہے' اس کو ڈائریا ہو گیا ہے۔"

"تم مجھے بتاؤ کہاں ہو' میں ابھی ڈاکٹر کو لے کر آتا ہوں۔"

"نہیں بتاؤں گی' وہ زینب اسے پھر سے مجھ سے چھین لے گی اور آپ......" وہ چیخ پڑی تھی۔

"خدا کے لیے مجھے بتاؤ' زینب یہاں نہیں ہے وہ تو اسی روز چلی گئی تھی۔"

"نہیں' وہ پھر واپس آ جائے گی۔"

"نہیں آئے گی۔" پتا نہیں کس رو میں افگن شاہ کے منہ سے نکلا تھا۔

"آپ قسم کھائیں پھر میں بتاتی ہوں کہ میں کہاں ہوں؟"

"ہاں میں قسم کھاتا ہوں......" افگن شاہ بے تابی سے کہہ رہا تھا۔

❁......❁......❁

دو دن ہسپتال میں رہنے کے بعد منے کے ڈسچارج ہونے پر وہ حنا کو گھر پر چھوڑ کر گاؤں چلا گیا تھا۔ زینب اپنے بھائی کے گھر جانے کے بجائے بے جی کے سمجھانے بجھانے پر اپنے ہی گھر پر رہ رہی تھی۔

"بیٹا آپ لوگ تیار ہو جائیں آج ہی واپس جانا ہے پہلے ہی آپ لوگوں کی بہت چھٹیاں ہو گئی ہیں۔" تھوڑی دیر بے جی کے پاس بیٹھنے کے بعد وہ بچیوں سے مخاطب ہوا تھا۔

"میں ہرگز واپس نہیں جاؤں گی۔" زینب فوراً بول پڑی تھی وہ چند لمحے اس کے تاثرات دیکھتا رہا۔

"میں نے صرف بچیوں کی بات کی ہے۔"

"کیا مطلب......؟" وہ حیران پوچھ رہی تھی۔

"حنا مجھ سے ایک قسم لے کر واپس آئی ہے۔" زینب اسے سرد سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ "میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں اسے طلاق دوں تو تمہیں بھی میری طرف سے تین طلاقیں ہوں۔ شہر میں میرے ساتھ وہ رہے گی اگر کبھی تم اس گھر میں قدم بھی رکھو تو تم پر میری طرف سے تین طلاقیں واجب ہوں گی۔" زینب کا چہرا اتر گیا تھا' وہ جیسے نیند میں اٹھ کر ڈولتے ہوئے قدموں سے کمرے میں جا کر بند ہو گئی تھی۔ وہاں موجود باقی نفوس پر بھی سکتہ طاری تھا۔

❁......❁......❁

"ٹی وی نہیں لگاؤ' بھائی سو رہا ہے نا۔" حمنہ بڑے مدبرانہ انداز سے زارا کو سمجھا رہی تھی۔ کمرے سے نکلتی حنا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔ وہ دروازہ بند کرتی ان دونوں کے پاس آ گئی۔

"بیٹا آپ کو کس نے بتایا کہ بھائی سو رہا ہے تو ٹی وی نہیں لگاتے۔"

"ماما نے۔" حمنہ نے مختصراً کہا تھا۔ "ماما نے کہا تھا آنٹی کو تنگ نہیں کرنا' آنٹی کی ساری باتیں ماننا' بھائی سو رہا ہو تو شور نہیں کرنا اور بھائی کے پاس بیٹھ کر کھیلنا اور اس کو گود میں نہیں اٹھانا ورنہ آنٹی ڈانٹیں گی۔" زارا نے رٹے رٹائے طوطے کی طرح سارا سبق دہرایا تو حنا کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔

"نہیں بیٹا بھائی سو رہا ہو تو اس کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ آپ بالکل ٹی وی نہ دیکھیں' دروازہ بند کر دیتے ہیں اور ٹی وی کا والیم تھوڑا سا کم کر دیتے ہیں۔" دونوں کو خود سے لگا کر پیار سے سمجھایا تو وہ سر ہلانے لگیں۔

حالات پلٹنے کے بعد زینب نے دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے اور بچیوں کے درمیان کوئی کلیش پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ الٹا اس کو خدشہ تھا کہ وہ حنا کی ڈانٹ ڈپٹ نہ سہیں اور حنا کے دل میں ان کے لیے قطعاً کوئی بغض نہیں تھا وہ ان کے آنگن کی چڑیاں تھیں جنہیں کل کو پرائے دیس اڑ جانا تھا' کل کو ان کا مقدر کون جانے۔

حنا کے حسن سلوک نے دونوں کو اس کا گرویدہ کر دیا تھا اور آنے والے سالوں میں حنا نے افگن شاہ سے جڑے ہر رشتے کا احترام کیا تھا۔

❁......❁......❁

افگن شاہ آؤٹ آف سٹی گیا ہوا تھا' بچیوں کے اسکول جانے کے بعد وہ منے کو لاؤنج میں کارٹون دیکھتا چھوڑ کر اس کے لیے فیڈر بنانے آئی تھی مگر جب واپس لوٹی تو وہ غائب تھا۔ اِدھر اُدھر کمروں میں جھانک کر گراؤنڈ میں آئی اور اسے کہیں نہ پا کر وہ حواس باختہ ہو گئی' ایک بار پھر عجلت میں سارا گھر سمیت واش روم کھنگال ڈالے تھے۔ گھبرا کر اس نے افگن کو کال کر کے بتا دیا تھا محض دو منٹ میں ہی افگن شاہ کی دوبارہ کال آ گئی۔

"صاحبزادے میرے پیچھے آفس پہنچے ہوئے ہیں' اب وہاں پی اے کے پاس تشریف رکھے ہوئے ہیں' شاباش ہے تمہاری بے خبری پر۔ روڈ پر گاڑیاں آ جا رہی ہیں' شکر ہے وہ خیریت سے پہنچ گیا۔" ایس پی آفس گھر سے دو بلڈنگ چھوڑ

کرتھا۔

"میں نے کب کہا تھا کہ وہ یوں سیر کرنے نکل پڑے۔" حنا کو ڈھائی سالہ منے پر شدید تاؤ آیا تھا۔

"اچھا میں نے ان سے کہا ہے ابھی وہ گھر چھوڑ جائیں گے۔" حنا اس سے بات کرتے کرتے گیٹ سے باہر نکل آئی' سامنے چند قدم کے فاصلے پر ایک کانسٹیبل کی انگلی پکڑے منا باتیں مٹھارتا چلا آ رہا تھا۔

کانسٹیبل سلام کر کے پلٹا تو حنا منے کا بازو پکڑے اسے تقریباً گھسیٹتے ہوئے اندر لائی تھی۔

"ماما زور زور سے نہیں چلیں' میں تھک گیا ہوں۔" اس کے جارحانہ انداز سے اس شاطر بچے کو اندازہ ہو چلا تھا کہ اس نے کوئی غلطی کر ڈالی ہے لہٰذا خاصے مسکین انداز میں کہہ رہا تھا۔

"کہاں چلے گئے تھے پوچھے بغیر؟" حنا لاؤنج میں آ کر جھنجوڑتے ہوئے پوچھ رہی تھی' دل تو چاہ رہا تھا کھینچ کر تھپڑ لگا دے۔

"پاپا کو دیکھنے گیا تھا۔" وہ ہونٹ لٹکا کر بسورتے ہوئے بمشکل بتا پایا تھا۔

"کیوں......؟ دم کرنا تھا کیا؟"

"آئس کریم کھانی تھی۔" وہ سسک کر بتا رہا تھا۔

"منے......" یک دم وہ اسے سینے سے لگا کر رو پڑی۔ "میری جان نکال دی' اس طرح ماما کو بتائے بغیر تھوڑی جاتے ہیں۔"

"ماما روئے نہیں میں کل پاپا کو دیکھنے نہیں جاؤں گا۔" وہ اس کے رونے سے گھبرا کر ننھے ننھے ہاتھوں سے آنسو صاف کر رہا تھا۔

"میں اپنے بیٹے کو آئس کریم منگوا کر دوں گی۔"

❁......❁......❁

"یونیورسٹی روڈ پر طالب علم کے قتل پر طلباء کا پرتشدد مظاہرہ' جلاؤ' گھیراؤ اور پتھراؤ کے ساتھ روڈ بلاک۔ سٹی ایس پی افگن شاہ بھی پتھراؤ کی زد میں آ کر شدید زخمی" اگرچہ چند گھنٹے ہسپتال میں گزرنے کے بعد اسے ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔ گاڑی کا شیشہ ٹوٹنے سے چند کرچیاں اس کے چہرے اور اس کی گردن پر لگنے سے معمولی زخم تھے مگر میڈیا نے اپنی شعبدہ بازی کا مظاہرہ کیا اور مقامی چینل پر خبر نشر ہوتے ہی گاؤں سے ایک قافلہ روانہ ہو چلا تھا اور ان کے گھر پہنچنے سے قبل ہی سب ان کے منتظر تھے۔ گاڑی کا ہارن بجتے ہی گیٹ کھلا مگر افگن شاہ گاڑی روکنے کا کہہ کر نیچے اترا تو حنا چونک کر پوچھنے لگی۔

"کہاں جا رہے ہیں؟" مگر اگلے پل ہی ٹھٹک گئی' گیٹ کے باہر ایک اور گاڑی ان کی منتظر تھی۔ حمنہ اور زارا ماں کو دیکھ کر چہکتے ہوئے اتر گئیں اور افگن شاہ بھی چند منٹ زینب کے پاس جا کر بات چیت کرتا رہا پھر اس نے پلٹ کر منے کو آواز دی تو حنا نے اسے گود سے اتار کر ان کی طرف جانے کو کہا تھا۔

زینب کے ہاتھ بڑھانے پر منا جھجک کر اس سے ہاتھ ملا رہا تھا مگر جونہی زینب نے ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھانے کی کوشش کی' وہ باپ کی ٹانگوں سے لپٹ گیا اور افگن شاہ نے اسے زینب کے پاس جانے پر اصرار کیا تو وہ سب کو چھوڑ چھاڑ کر حنا کے پاس گاڑی میں آن گھسا تھا۔

"ماما گاڑی والی آنٹی مجھ کو پکڑنے والی تھیں میں بھاگ کر ماما کے پاس آ گیا۔" وہ سرخ چہرے کے ساتھ بتا رہا تھا۔

"میری جان آپ کو پاپا کے ہوتے ہوئے کوئی نہیں پکڑ سکتا۔" حنا نے اس کے سرخ گال چوم کر تسلی دی تبھی دوسری گاڑی ان کے پاس سے ریورس ہوئی مگر حنا جان بوجھ کر منے کی طرف متوجہ رہی' سیاہ گاگلز چڑھائے نخوت انداز والی اس عورت کے چہرے کی شکست دیکھنے کا حوصلہ اس میں نہ تھا جو اتنا سفر طے کر کے شوہر کے گھر کے باہر سے لوٹ رہی تھی۔

حنا نے کہیں سنا تھا جبر کو صبر سے برداشت کرنے والوں کے لیے صرف موت رہ جاتی ہے۔ ڈھائی برس پہلے جب زینب کی حکمران طبیعت نے جبر کا لبادہ اوڑھا تو حنا نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑنے کے بجائے حالات کا رخ اپنی طرف موڑ لیا تھا۔

گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہو رہی تھی جہاں بے جی سمیت خاندان کے باقی افراد ان کے منتظر تھے۔

❁